تحریر: حافظ صلاح الدین صاحب یوسف
ایڈیٹر "الاعتصام" لاہور

تحقیق و تنقید

غیر اللہ کو مدد کیلیے پکارنا جائز ہے یا نہیں؟
ایک علمی جائزہ

روزنامہ "جنگ" لاہور کی متعدد قسطوں پر مدیر "رضوان" لاہور جناب علامہ محمود احمد رضوی کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جو ہے تو کسی اور سلسلے میں، لیکن اس میں اس بہانے سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ غیر اللہ کو مدد کے لیے پکارنا شرک نہیں ہے کیونکہ:

"اگر غیر اللہ کو مدد کے لیے پکارنا شرک ہے تو معلوم ہونا چاہیے کہ شروع سے یعنی صحابہ کرامؓ سے لے کر اب تک مسلمانوں کا اس پر اجماع و اتفاق رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو مؤثرِ حقیقی و فاعلِ حقیقی اعتقاد کرتے ہوئے اور بزرگانِ دین کو وسیلۂ امداد و مظہرِ اعانتِ الٰہی قرار دیتے ہوئے ان سے استغاثہ کرنا اور ان کو امداد کے لیے پکارنا جائز ہے چنانچہ فتاویٰ کی کتابوں میں سے مشہور کتاب فتاویٰ خیریہ میں ہے "یا شیخ عبد القادر شیئاً للہ" کہنا جائز ہے کیونکہ یہ پکار محض ہے اور اللہ کے لیے ان سے سوال ہے۔ اسی طرح امام شمس الدین الرملی الشافعی اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں: "انبیاء، رسولوں، اولیاء، وعلماء، اور صالحین سے استغاثہ کرنا (ان کو امداد کے لیے پکارنا) جائز ہے۔ اللہ کے رسول و پیغمبر و اولیاء، و صالحین وصال کے بعد بھی مدد کر سکتے ہیں" ——— پھر تحریر کیا گیا ہے "یہ ہے وہ عقیدہ و مسلک جس پر اہلِ اسلام آج تک گامزن ہیں۔"

(خلاصہ از اخبار مذکور، قسط ۲، ۳)

(یہی مضمون جناب رضوی صاحب کے ماہوار رسالے "رضوان" لاہور (جولائی ۱۹۸۲ء) میں بھی شائع ہوا ہے)

دُعا (پکارنا) عبادت ہے یا نہیں؟

اب ہم مختصراً اخبارِ مذکور کے "دلائل" کی حیثیت واضح کرتے ہیں۔ سب سے پہلے تو یہ کہا گیا ہے کہ غیر اللہ کو مطلقاً پکارنا شرک نہیں ہے، البتہ غیر اللہ کی عبادت و پرستش شرک ہے۔ بلاشبہ مطلقاً پکارنا شرک نہیں ہے، ہم اپنے بچے کو پکار کر بلاتے ہیں، کسی دوست کو آواز دیتے ہیں اور کسی کو دور سے ندا دیتے ہیں یہ شرک نہیں ہے، نہ یہ پکارنا مابہ النزاع ہے۔ مابہ النزاع پکارنا (جو شرک کی ایک صورت ہے) وُہ ہے جو لوگ مُردہ (قبروں میں مدفون) لوگوں کو مافوق الاسباب طریق سے پکارتے ہیں جیسے "یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ"، "یا رسول اللہ اغثنا"، "یا علی مدد" وغیرہ۔ یہ پکارنا شرک ہی کے ذیل میں آتا ہے کیونکہ پکارنے والا ان کی بابت یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ ہزاروں میل کے فاصلے کے باوجود یہ مُردہ بزرگ میری آواز کو سنتا ہے، میرے حالات سے باخبر ہے، وُہ حاضر ناظر ہے اور کائنات میں تصرف کرنے کا اختیار رکھتا ہے، اسی لیے یہ شخص اس بزرگ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس کے نام کی نذر نیاز دیتا ہے، اس کے نام جانور قربان کرتا ہے، اس کی قبر پر غلاف چڑھاتا ہے اور اس کی ناراضی سے ڈرتا ہے، اس کا اعتقاد ہوتا ہے کہ اگر میں نے گیارھویں نہ دی (یعنی اس بزرگ کے نام کی نیاز نہ دی) تو وُہ مجھ سے ناراض ہو جائیں گے (اور) میرے کاروبار کو نقصان پہنچائیں گے، حالانکہ عالم الغیب، نافع وضار، حاضر وناظر اور متصرف فی الامور صرف اللہ کی ذات ہے اور یہ تمام صفات اللہ کے لیے خاص ہیں، جن میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ لیکن "یا علی مدد" یا "یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ" وغیرہ پکارنے والا یہ تمام صفاتِ خداوندی اس مردہ بزرگ میں تسلیم کرتا ہے اور اس بزرگ کو ان الوہی صفات میں شریک گردانتا ہے۔

اس عقیدے کے ساتھ کسی بھی مُردہ شخص کو پکارنا ہی اس کی عبادت و پرستش ہے۔ اسی کو قرآن نے "یَدْعُوْنَ" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے جس کے معنی محترم مضمون نگار نے خود ہی "عبادت و پوجا" کیے ہیں۔ شاید موصوف سمجھتے ہیں کہ عوام کو اس طرح مغالطہ دینا آسان ہے کہ ہم تو بزرگوں کو صرف پکارتے ہیں، ان کی عبادت و پرستش نہیں کرتے حالانکہ اس طرح مافوق الاسباب طریقے سے کسی کو پکارنا، یہی اس کی عبادت ہے، اسی لیے دعاء (پکارنا) بھی بلا اختلاف عبادت ہی سمجھی جاتی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ" (مشکوۃ کتاب الدعوات ص ۱۹۴)

"پکارنا (دعا کرنا) یہی عبادت ہے"

بلکہ دوسری روایت میں فرمایا:

"اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ" (حوالہ مذکور)

"دعاء (پکارنا) عبادت کا مغز ہے!"

اور قرآن کریم نے بھی دعاء کو عبادت ہی کہا ہے۔ فرمایا:

"وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ" (المؤمن ۶۰)

"تمہارے رب نے فرمایا مجھے پکارو، میں تمہاری پکار کو قبول کروں گا، بلاشبہ جو لوگ میری عبادت (یعنی مجھے پکارنے اور مجھ سے دعائیں کرنے) سے انکار کرتے ہیں، عنقریب وہ جہنم میں ذلیل وخوار ہو کر داخل ہوں گے۔"

یہاں "يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ دَعْوَتِي" کی جگہ اللہ تعالیٰ نے "عَنْ عِبَادَتِي" کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں اور قرآن مجید کا یہ سیاق صاف بتلا رہا ہے کہ مافوق الاسباب طریق سے کسی کو پکارنا اور حاجت روا ومشکل کشا سمجھ کر اس سے دعاء کرنا اس کی عبادت ہی ہے۔ اس لیے مردہ بزرگوں کو مدد کے لیے پکارنا اور ان سے استغاثہ کرنا اور "یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ"، "یا علی مدد" وغیرہ کہنا ان کی عبادت وپرستش ہی ہے۔ قیامت کے دن یہ بزرگ اپنی اس عبادت و پرستش کا بالکل انکار کر دیں گے اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کریں گے کہ مولائے کریم ہم تو ان کی عبادت وپوجا (جو یہ دعاء واستغاثہ کی صورت میں ہماری کرتے تھے) سے بالکل بے خبر تھے:

"إِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِينَ" (یونس ۲۹)

یہاں بھی مردہ بزرگوں سے دعا کو اُن کی عبادت ہی کہا گیا ہے جس سے وہ روزِ قیامت انکار کریں گے اور کہیں گے کہ ہمیں تو ان کی عبادت (دعاء وپکار) کا کوئی علم ہی نہیں بہرحال کسی شخص کو مافوق الاسباب طریق سے اسے حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر پکارنا، اس سے استمداد کرنا اور اس سے دعائیں کرنا یہ اس کی عبادت ہی ہے۔ اسے غلط اور تفاسیر کے خلاف کہنا خود غلط بلکہ مغالطہ انگیزی ہے ؏ دیتے ہیں دھوکہ یہ بازیگر کھلا

صحابہؓ و تابعینؒ نے کسی بھی مُردے کو کبھی نہیں پکارا!

یہ دعویٰ کرنا کہ "صحابہ کرامؓ سے لے کر اب تک مسلمانوں کا اس پر اجماع و اتفاق رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو مؤثرِ حقیقی و فاعلِ حقیقی اعتقاد کرتے ہوتے فوت شدہ بزرگانِ دین کو بطورِ وسیلہ پکارنا، ان سے استغاثہ کرنا اور ان کو امداد کے لیے پکارنا جائز ہے" صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور امتِ مسلم پر بہت بڑا افترا اور بہتانِ عظیم ہے۔ "سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ" اگر ایسا ہوتا تو صحابہ کرامؓ کے دور کی کوئی دلیل پیش کرنی چاہیے تھی۔ تابعین و تبع تابعین کا کوئی واقعہ پیش کرنا چاہیے تھا اور کچھ نہیں تو اپنے امام (امام ابوحنیفہؒ) ہی کا کوئی قول پیش کیا ہوتا، فقہ حنفی کی مشہور و متداول کتاب کا کوئی حوالہ دیا ہوتا۔ دعویٰ تو مقالہ نگار نے اتنا بڑا کیا ہے لیکن حوالہ اگر وہ دے سکے ہیں تو صرف دو غیر معروف کتابوں کا، جن میں سے ایک گیارھویں صدی ہجری کے ایک شافعی فتاویٰ کا ہے نہ صحابہؓ و تابعینؒ کا کوئی مستند یا غیر مستند حوالہ، نہ ائمہ اربعہؒ نہ مجتہدین سے کسی کا ارشاد اور نہ فقہ حنفی سے کوئی دلیل ۔۔۔ یہ عجیب اجماع و اتفاق ہے!

امر واقعہ یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ اور ائمہ عظامؒ اور فقہائے احنافؒ، ان میں سے کسی نے بھی کسی مردہ کو امداد کے لیے نہیں پکارا، کبھی ان سے استغاثہ نہیں کیا کیونکہ ان کا عقیدہ یہی تھا کہ مرنے کے بعد کوئی مُردہ کسی کی فریاد نہیں سن سکتا۔ جس کی صراحت قرآن نے کی ہے:

"وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ" (سورۃ فاطر ۲۲)

"اے پیغمبرؐ! تُو قبر والوں کو کوئی بات نہیں سنا سکتا!"

ہمارے دعوے کے دلائل:

اس کے دلائل سنیے! صحیح بخاری میں حدیث موجود ہے:

"عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ إِذَا قَحِطُوْا اسْتَسْقٰى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ اللّٰهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَسْقِيْنَا وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَيُسْقَوْنَ" (صحیح بخاری، ج ۱، ص ۱۳۷۔ باب سوال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا)

"حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے دور میں جب بھی قحط سالی ہوتی

تو حضرت عمرؓ حضرت عباسؓ سے بارش کی دُعا۔ کرواتے اور فرماتے، اے اللہ پہلے ہم تیرے نبیؐ سے بارش کے لیے دعا۔ کرواتے (جب وُہ زندہ ہم میں موجود تھے) تو ہمیں بارانِ رحمت سے سیراب فرماتا۔ اب (جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں موجود نہیں ہیں) تیرے نبیؐ کے چچا کو ہم تیری بارگاہ میں بطورِ وسیلہ (یعنی دعا۔ کے لیے) پیش کر کے دُعا۔ کر رہے ہیں، یا اللہ! اس دعا۔ کو قبول فرما کر ہم پر بارش کا نزول فرما!" (راوی کہتا ہے) اس پر بارش ہو جاتی!"

اور فتح الباری میں حضرت عباسؓ کی دُعا۔ کے یہ الفاظ منقول ہیں:

"اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ لَمْ يَنْزِلْ بَلَاءٌ اِلَّا بِذَنْبٍ وَلَمْ يُكْشَفْ اِلَّا بِتَوْبَةٍ وَقَدْ تَوَجَّهَ الْقَوْمُ بِيْ اِلَيْكَ لِمَكَانِيْ مِنْ نَبِيِّكَ وَهٰذِهٖ اَيْدِيْنَا اِلَيْكَ بِالذُّنُوْبِ وَنَوَاصِيْنَا اِلَيْكَ بِالتَّوْبَةِ فَاسْقِنَا الْغَيْثَ۔"

"یا اللہ بلاؤں کا نزول گناہوں کی وجہ سے ہی ہوتا ہے اور توبہ کے ذریعے سے وُہ دُور ہو جاتی ہیں۔ یا اللہ! تیرے نبیؐ کے ساتھ مجھ کو قریبی تعلق اور نسبت کی وجہ سے جو عزت و مقام حاصل ہے اس کے پیشِ نظر انہوں نے مجھے تیری بارگاہ میں ذریعہ بنایا ہے، (یعنی دُعا کے لیے لائے ہیں) یا اللہ! یہ گناہ آلود ہاتھ تیری طرف پھیلے ہوئے ہیں اور ہماری پیشانیاں توبہ کیلیے تیری طرف جھکی ہوتی ہیں، یا اللہ! ہم پر بارش نازل فرما!"

روایت کے الفاظ ہیں:

"فَاَرْخَتِ السَّمَآءُ مِثْلَ الْجِبَالِ حَتّٰى اَخْصَبَتِ الْاَرْضُ وَعَاشَ النَّاسُ۔" (فتح الباری، باب المذکور، پ ۴ ص ۴۴۷ طبع دهلی)

"اس دُعا کے بعد آسمان نے پہاڑوں جیسے دھانے کھول دیئے، زمین خوب شاداب ہو گئی اور لوگوں میں زندگی کی لہر دوڑ گئی۔"

اس واقعے سے صحابہ کرامؓ کا طرزِ عمل واضح ہو جاتا ہے کہ انہوں نے کسی مُردہ شخص سے دعا۔ نہیں کرائی، حتٰی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک سے استغاثہ نہیں کیا، انہیں مدد کے لیے نہیں پکارا اور ان کا واسطہ دے کر دُعا۔ نہیں مانگی بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے آپؐ کے چچا حضرت عباسؓ سے درخواست کی کہ وُہ اللہ تعالیٰ سے

دعاء کریں۔ استسقاء کی دعا اور نماز مجمع عام میں ہوتی ہے تو گویا صحابہ کرامؓ کا عام فعل یہی قرار پایا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپؐ تک سے دعاء کرانا جائز نہیں تو آپؐ سے زیادہ صاحبِ فضیلت کون ہے کہ جس سے آپؐ کے بعد جا کر دعاء کرائی جائے اور جسے مدد کے لیے پکارا جائے؟

صحابہؓ کرام ہی کے دور کا ایک اور واقعہ ہے جسے ملّا علی قاری حنفی نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں دسویں صدی ہجری کے شافعی فقیہ ابن حجر مکی ہیثمی کے حوالے سے نقل کیا ہے:

"قَالَ ابْنُ حَجَرٍ وَاسْتَسْقٰی مُعَاوِیَةُ بِیَزِیْدَ بْنِ الْاَسْوَدِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَسْقِیْ بِخَیْرِنَا وَاَفْضَلِنَا اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَسْقِیْ بِیَزِیْدَ بْنِ الْاَسْوَدِ یَا یَزِیْدُ ارْفَعْ یَدَیْكَ اِلَی اللّٰهِ فَرَفَعَ یَدَیْهِ وَرَفَعَ النَّاسُ اَیْدِیَهُمْ فَثَارَتْ سَحَابَةٌ مِّنَ الْمَغْرِبِ كَاَنَّهَا تُرْسٌ وَهَبَّتْ رِیْحٌ فَسُقُوْا حَتّٰی كَادَ النَّاسُ لَا یَبْلُغُوْنَ مَنَازِلَهُمْ"

(مرقاۃ ج ۲، ص ۲۸۸، طبع قدیم)

یعنی "ابن حجر (مکی) کہتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ نے حضرت یزیدؒ بن اسود کو ساتھ لے کر بارش کے لیے دعاء کرائی اور فرمایا "اے اللہ! ہم بیں جو بہتر اور افضل ہے اس کے ذریعے سے ہم تیری بارگاہ میں بارش کی دعاء کرتے ہیں، اے اللہ ہم یزید بن اسود کو ساتھ لائے ہیں اور استسقاء کر رہے ہیں"۔ (پھر حضرت معاویہؓ نے کہا) "اے یزید! بارگاہِ الٰہی میں دعاء کے لیے ہاتھ اٹھائیے"۔ انہوں نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور لوگوں نے بھی ہاتھ اٹھالیے۔ پس مغرب کی طرف سے ڈھال کی طرح ایک گھٹا اٹھی اور ہوا چلی اور ان کے لیے بارش کا اس طرح نزول ہوا کہ قریب تھا کہ لوگ اپنے گھروں کو نہ پہنچ سکیں"۔

اس واقعہ سے بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ کا عمل زندہ سے دعاء کرانے کا تو تھا، لیکن مُردہ سے دعاء کرانے کا ان کے ہاں کوئی تصور نہ تھا۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ حضرت عباسؓ سے بارش کی دعاء کرانے کی حدیث ذکر کر کے فرماتے ہیں:

"ازیں جا ثابت شد کہ توسل بہ گزشتگان ونمایان جائز نہ داشتند وگرنہ عباسؓ از سرورِ عالم بہتر نہ بود چرا نہ گفت کہ توسل می کردیم بہ پیغمبر تو والحال

توسل می کنیم بر روح پیغمبر تو؟ (البلاغ المبین، ص ۱۶ طبع لاہور)

یعنی "اس واقعے سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام گزرے ہوئے (فوت شدگان) اور غائب لوگوں کا وسیلہ پکڑنا جائز نہیں سمجھتے تھے ورنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر نہ تھے (اگر وفات شدہ سے دعاء کرانا جائز ہوتا) تو انہوں نے کیوں نہ کہا کہ یا اللہ پہلے ہم تیرے نبی کے ساتھ وسیلہ پکڑتے تھے، اب ہم تیرے نبی کی روح کے ساتھ وسیلہ پکڑتے ہیں۔"

یہ تو واقعات ہوتے عہد صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین کے۔ اب خاص امام ابوحنیفہ کا ایک واقعہ ملاحظہ ہو جس کو شاہ محمد اسحاق دہلوی کے ایک شاگرد رشید، مولانا محمد بشیر الدین قنوجی متوفی ۱۲۹۶ھ نے فقہ کی ایک کتاب "غرائب فی تحقیق المذاہب" کے حوالہ سے لکھا ہے:

"رَأَى الْإِمَامُ اَبُوْحَنِيْفَةَ مَنْ يَّأْتِي الْقُبُوْرَ لِأَهْلِ الصَّلَاحِ فَيُسَلِّمُ وَيُخَاطِبُ وَيَتَكَلَّمُ وَيَقُوْلُ يَا أَهْلَ الْقُبُوْرِ هَلْ لَكُمْ مِّنْ خَبَرٍ وَّهَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ اَثَرٍ اِنِّيْ اَتَيْتُكُمْ مِّنْ شُهُوْرٍ وَّلَيْسَ سُؤَالِيْ اِلَّا الدُّعَاءُ فَهَلْ دَرَيْتُمْ اَمْ غَفَلْتُمْ فَسَمِعَ اَبُوْحَنِيْفَةَ بِقَوْلٍ يُخَاطِبُهٗ بِهٖ فَقَالَ هَلْ اَجَابُوْا لَكَ؟ قَالَ لَا فَقَالَ لَهٗ سُحْقًا لَّكَ وَتَرِبَتْ يَدَاكَ كَيْفَ تُكَلِّمُ اَجْسَادًا لَّا يَسْتَطِيْعُوْنَ جَوَابًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَسْمَعُوْنَ صَوْتًا وَّقَرَأَ " وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ"۔

(تفہیم المسائل[1] مولانا بشیر الدین قنوجی)

"امام ابوحنیفہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ کچھ نیک لوگوں کی قبروں کے پاس آکر سلام کر کے ان سے کہہ رہا ہے، "اے قبر والو! کیا تمہیں کچھ خبر بھی ہے اور کیا تمہیں کچھ اثر بھی ہے، میں تمہارے پاس کئی مہینوں سے آ رہا ہوں اور تمہیں پکار رہا ہوں۔ تم سے میرا سوال بجز دعا کرانے کے اور کچھ نہیں۔ تم میرے حال کو

---

[1] شاہ محمد اسحاق دہلوی کے رد میں ایک کتاب تصحیح المسائل نامی مولوی فضل رسول بدایونی نے لکھی تھی جس کا جواب مولانا بشیر الدین قنوجی نے تفہیم المسائل سے دیا تھا خوب مدلل کتاب ہے۔ ۱۲۰۰ھ میں پہلی دفعہ مطبع مطبع الرحمٰن جہان آباد میں طبع ہوئی پھر

جانتے ہو یا میرے حال سے بے خبر ہو؟" امام ابوحنیفہؒ نے اس کی یہ بات سن کر اس سے پوچھا، "کیا (ان قبر والوں نے) تیری بات کا جواب دیا؟" وہ کہنے لگا "نہیں"، آپ نے فرمایا "تجھ پر پھٹکار ہو، تیرے ہاتھ خاک آلودہ ہوں، تو ایسے (مُردہ) جسموں سے بات کرتا ہے جو نہ جواب دینے کی طاقت رکھتے ہیں نہ کسی چیز کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ کسی کی آواز (فریاد) ہی سن سکتے ہیں۔" پھر امام صاحب نے قرآن کی یہ آیت پڑھی "وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُورِ"! (سورۃ الفاطر) "اے پیغمبرؐ! تو اُن کو نہیں سنا سکتا جو قبروں میں ہیں!"

علامہ آلوسی حنفی بغدادی اپنی تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں:

"إِنَّ الْاِسْتِغَاثَةَ بِمَخْلُوقٍ وَجَعْلَهُ وَسِيلَةً بِمَعْنَى طَلَبِ الدُّعَاءِ مِنْهُ لَا شَكَّ فِي جَوَازِهِ وَإِنْ كَانَ الْمَطْلُوبُ مِنْهُ حَيًّا ...... وَأَمَّا إِذَا كَانَ الْمَطْلُوبُ مِنْهُ مَيِّتًا أَوْ غَائِبًا فَلَا يَسْتَرِيبُ عَالِمٌ أَنَّهُ غَيْرُ جَائِزٍ وَأَنَّهُ مِنَ الْبِدَعِ الَّتِي لَمْ يَفْعَلْهَا أَحَدٌ مِنَ السَّلَفِ۔" (ج ۲ ص ۲۹۷، طبع قدیم ۱۳۰۱ھ)

"کسی شخص سے درخواست کرنا اور اس کو اس معنی میں وسیلہ بنانا کہ وہ اس کے حق میں دعا کرے، اس کے جواز میں کوئی شک نہیں بشرطیکہ جس سے درخواست کی جاتی ہے وہ زندہ ہو ...... لیکن اگر وہ شخص جس سے درخواست کی جاتی ہے مُردہ ہو یا غائب، تو ایسے استغاثے کے ناجائز ہونے میں کسی عالم کو شک نہیں اور مُردوں سے استغاثہ ان بدعات میں سے ہے جن کو سلف میں سے کسی نے نہیں کیا۔"

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہؓ و تابعینؒ، ائمہ کرامؒ اور تمام اسلاف صالحینؒ زندہ نیک لوگوں سے تو دعا کرانے کے قائل تھے لیکن کسی مُردہ کو انہوں نے مدد کے لیے نہیں پکارا، اُن سے استغاثہ نہیں کیا، حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک سے استغاثہ نہیں کیا۔ اب آپؐ کے بعد اور کون سی ہستی ایسی ہے جو آپؐ سے زیادہ فضیلت رکھتی ہو کہ اسے مدد کے لیے پکارا جاتے اور اس سے استعانت کی جاتے؟ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ!

(جاری ہے)